۴؍ مئی ۱۹۰۶ء

خطبہ جمعہ

تشہد و تعوذ کے بعد آپ نے سورۃ آل عمران کی حسب ذیل آیات تلاوت فرمائیں۔

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَاتَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ۔ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآئَنَا وَ اَبْنَآئَكُمْ وَ نِسَآئَنَا وَ نِسَآئَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ وَ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِالْمُفْسِدِيْنَ۔ قُلْ يٰاَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَانُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّ لَايَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوْا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

(ال عمران:۶۱ تا ۶۵)۔

اور پھر فرمایا:۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس سورۃ مبارکہ کا نام آل عمران ہے۔ وجہ تسمیہ اس کی اس نام کے ساتھ

یہی ہے کہ اس سورۃ متبرکہ میں آل عمران کا اصطفا قریب اسی آیتوں میں بیان فرمایا گیا ہے اور جو نزاع اور اختلاف درمیان اہل کتاب یہود اور نصاریٰ کے واقع تھے ان کا فیصلہ مسلمات اہل کتاب سے بدلائل بینہ کیا گیا۔ اور حق الامر کے دلائل دیتے ہوئے استدلال کا وہ اسلوب حسن اختیار کیا گیا ہے کہ آئندہ زمانوں میں قیامت تک جو نزاع دربارہ آل عمران یعنی حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کے واقع ہو اس کا فیصلہ بھی انہیں دلائل مندرجہ آیات سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

ان آیات سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی نسبت یہ وعدہ فرمایا ہے کہ تم کو صلیب کی موت سے جو بموجب حکم تورات کے لعنتی موت ہے بچایا جاوے گا اور تمہاری موت۔ تَوَفِّیْ کی موت ہوگی جس میں تم کو رفع الی اللہ یعنی قرب الٰہی حاصل ہوگا اور منکرین کے الزامات بیجا سے تم کو پاک کیا جاوے گا اور تمہارے مخالفین کافرین کو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی عذاب شدید کے ساتھ معذب کیا جاوے گا اور تمہارے موافقین مومنین اور متبعین کو مانند تمہارے رفع اور فوقیت مخالفین کافرین پر عطا کی جاوے گی۔ جس طرح پر کہ حضرت آدم کو یہ مراتب بشری یا اصطفا کے ہماری طرف سے عنایت ہوئے تھے اسی طرح تم کو بھی حاصل ہوں گے وغیرہ وغیرہ جو اوپر کی آیات میں مفصلاً مذکور ہے۔

اب ان آیات میں فرمایا جاتا ہے کہ یہ سب ادلہ اور جملہ امور جو حضرت عیسیٰؑ کے بارہ میں مذکور کئے گئے حق اور ثابت شدہ صداقتیں ہیں تیرے رب کی طرف سے جو تیری تربیت کا ذمہ وار اور تعلیم کنہ اشیاء کا متکفل ہے۔ اس لئے شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا۔

سوال۔ انبیاء علیہم السلام کو وحی الٰہی میں کب شک ہوا کرتا ہے خصوصاً حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو شک کیونکر ہو سکتا ہے جس کی نہی فرمائی گئی؟

الجواب۔ بادشاہ کا جو خطاب سپہ سالار فوج کو امر یا نہی ہوا کرتا ہے مراد اس خطاب سے غالباً اس سپہ سالار کی فوج اور لشکر ماتحت اس کا ہوتا ہے۔ اسی طرح پر اگرچہ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر اس خطاب سے مراد آپ کی امت ہے اور ایسے خطاب میں ایک عجیب نکتہ یہ بھی ہوتا ہے کہ ان امور مذکورہ میں شک کرنا مذموم اور محذور میں اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ جس شخص سے اس میں شک کرنے کا گمان بھی نہیں ہو سکتا اس کو بھی نہی فرمائی گئی چہ جائیکہ اس شخص کے جس کو شک کرنے کے لئے شیاطین الجن والانس سامان و اسباب شک کرنے کے مہیا کرتے رہتے ہوں۔ اور آنحضرت کی نسبت امکان شک کا نہ ہونا اس امر سے ظاہر ہے کہ باوجودیکہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ اناجیل اور طالمود سے طرح طرح کی روایات اپنے اپنے مذہب کی تائید میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پیش کرتے

تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کو امر حق پر اس قدر یقین کامل تھا کہ آپ مباہلہ کے لئے مستعد ہو گئے۔ جیسا کہ اس زمانہ آخری میں بھی مسیح موعود کے مخالفین پیچھے پڑے اور تکفیر نامے لکھے اور شور قیامت برپا کر کر ان کے روبرو احادیث موضوعہ اور روایات کاذبہ اپنے مذہب کی تائید میں پیش کی گئی ہیں۔ مگر نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کو ایک ذرہ بھر شک پیدا ہوا اور نہ مسیح موعود کو کسی طرح کا شک وشبہ اپنے دعاوی میں پیدا ہوا۔ اسی لئے مسیح موعود نے بھی یہ آیت مباہلہ حسب درخواست مخالفین کے پیش کر دی ہے۔ اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے وقت میں بھی ایک عالم پر اس اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ کی حقیقت منکشف ہو گئی تھی اور اس زمانہ آخری میں بھی حقیقت ان دعاوی مسیح موعود کی جو مضمون آیات ماسبق کی موید اور مبین ہیں' ایک عالم پر واضح ہوتی چلی جاتی ہے لہٰذا یہ آیت بسبب وقوع اپنے مضمون کے ایک نشان نبوت کا بھی ہو گئی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ اور چونکہ تفسیر کبیر وغیرہ میں اس آیت کی ترکیب میں یہ بھی لکھا ہے وَقَالَ اٰخَرُوْنَ اَلْحَقُّ رَفَعَ بِاَضْمَارِ فِعْلٍ اَیْ جَآءَكَ الْحَقُّ اندریں صورت یہ آیت ایک صریح پیشین گوئی ہو گئی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے وقت میں بھی واقع ہوئی اور اس زمانہ آخری میں بھی بڑے زور شور سے واقع ہو رہی ہے۔ اس لئے یہ آیت بہمہ وجوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی نبوت کے اثبات کے لئے ایک بڑا نشان ہے۔

اب بعد اتمام حجت کے جو دلائل علمیہ سے بیان فرمائے گئے اور دلائل علمیہ کا بیان انتہا درجہ کو پہنچ گیا تب بھی مخالفین نے تسلیم نہ کیا' تو فرمایا جاتا ہے کہ جو شخص اس کے بعد عیسیٰ کے بارہ میں کٹ حجتی کرتا رہے تو آخری فیصلہ یہ ہے کہ ان سے کہہ دو کہ آجاؤ۔ ہم اپنے بیٹوں کو بلاویں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنے نفسوں کو شریک کریں اور تم اپنے نفسوں کو۔ پھر ہم سب مل کر تضرع اور زاری کے ساتھ دعا کریں۔ پس جھوٹوں پر خدا کی لعنت ڈالیں۔

فائدہ:- یہ قصہ مباہلہ کا نصاریٰ نجران کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کو پیش آیا تھا جن میں ساٹھ سواروں کا وفد مع لاٹ پادری سید اور عاقب کے جو بڑے ذی رائے تھے موجود تھا۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے مناظرہ فرما کر بخوبی ان پر اتمام حجت فرمایا تب بھی انہوں نے امر حق اور صداقت ثابت شدہ کو تسلیم نہ کیا۔ تب بالآخر مجبور ہو کر مباہلہ کی آیت پیش کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم تیار ہوئے اور اپنے اہل بیت یعنی صاحبزادی حضرت فاطمہ الزہرا اور ہر دونوں بیٹوں حسنین کو اور حضرت علی داماد کو لے کر مباہلہ کے لئے موجود ہوئے کیونکہ نصاریٰ نجران نے حضرت کا بہت پیچھا کیا تھا۔ آغاز سورۃ آل عمران کا قریب اسی آیتوں کے اسی مناظرہ اور مباہلہ کے بیان میں نازل ہوا ہے۔ یہ مناظرہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک بڑا عظیم الشان مناظرہ واقع ہوا تھا جس کی نوبت بالآخر مباہلہ تک پہنچی تھی مگر نصاریٰ نجران اس مباہلہ سے ایسے خوف زدہ ہو گئے کہ جو ان میں بشپ اور لاٹ پادری مسمی عاقب و سید وغیرہ موجود تھے انہوں نے اپنے ہمراہیوں سے کہا جن میں قریب ساٹھ سواروں کے بھی تھے کہ یا معشرالنصاریٰ! یہ تو وہی سچے نبی معلوم ہوتے ہیں جن کی نبوت کی خبر عہد عتیق اور عہد جدید میں موجود ہے اور جو دلائل انہوں نے پیش کئے ہیں وہ منقوض نہیں ہو سکتے۔ اندریں صورت اگر ہم مباہلہ کریں گے تو بالضرور ہم ہلاک اور تباہ ہو جاویں گے۔ اگر تم کو اپنے ہی دین کی محبت ہے تو لوٹ چلو اور ان سے کچھ تعرض مت کرو اور نہ ان سے لڑو۔ یہ دونوں پادری بڑے ذی رائے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل بیت مذکورین سے فرما رہے تھے کہ جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا۔ اس وقت ان کے بشپ لاٹ پادری نے اپنے ہمراہیوں سے یہ بھی کہا کہ میں ان لوگوں کے چہرے ایسے دیکھتا ہوں کہ اگر یہ لوگ پنج تن کسی پہاڑ کا اپنی جگہ سے ٹلا دینا بھی اللہ تعالیٰ سے چاہیں گے تو وہ پہاڑ بھی ٹل جاوے گا۔ فَلَا تَبَاهَلُوْا فَتَهْلِكُوْا۔ غرضیکہ ان نصاریٰ نجران نے پھر تو نہ مباہلہ کرنا چاہا اور نہ لڑنا چاہا بلکہ بالآخر جزیہ دینا قبول کیا۔ سال بھر میں دو مرتبہ یعنی ماہ صفر میں ایک ہزار حلہ اور ماہ رجب میں ایک ہزار حلہ اور خالص لوہے کی عمدہ تیس زرہ۔ اگرچہ اس قوم نصاریٰ نجران سے مباہلہ واقع نہیں ہوا مگر یہ واقعہ جو اس آیت اور احادیث میں مذکور ہے آپ کی حقیت نبوت کے لئے مفسرین ایک بڑی دلیل مثبت لکھتے ہیں۔ روایات میں یہ بھی واقعہ ہوا ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ اہل نجران نصاریٰ سے عذاب بہت قریب ہو گیا تھا۔ اگر وہ مباہلہ کرتے تو ان پر عذاب نازل ہو جاتا۔ وَلَمَّا حَالَ الْحَوْلُ عَلَى النَّصَارىٰ كُلِّهِمْ حَتّٰى يَهْلِكُوْا (بخاری کتاب مناقب انصار)۔

اور یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ جو حضرات عیسائیوں کو مدت دراز سے اسلام کی طرف دعوت کر رہے ہیں لیکن کوئی عیسائی صاحب خواہ بشپ ہو یا لاٹ پادری اس میدان لق و دق میں قدم رکھنا نہیں چاہتے کیونکہ جانتے ہیں کہ ہم اہل اسلام کے مقابلہ مباہلہ میں ہرگز ہرگز کامیاب نہ ہوویں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے مذہب کی پردہ دری ہو جاوے گی۔ مگر اس امتناع کے لئے ایک عذر بار دیہ بنا لیا ہے کہ ہمارے مذہب میں مباہلہ جائز نہیں ہے۔ ہاں یہ فیصلہ الٰہی ہے اور وہ صادق و کاذب کو خوب جانتا ہے اور خود آپ بڑا زبردست عزیز و حکیم اور علیم بالمفسدین ہے۔ وہ تو فیصلہ صادق ہی کے حق میں کرے گا نہ کاذب کے حق میں۔ جیسا کہ اس نے ان آیات مباہلہ کے آگے ان صفات کا ذکر اسی لئے فرمایا ہے۔

سوال:۔ اگر کہا جاوے کہ بعض کفار نے تو خود چاہا تھا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعاوی میں حق پر ہیں تو ہم مکذبین پر یا اللہ! عذاب نازل فرما' تب بھی کوئی عذاب نازل نہیں ہوا تو پھر مباہلہ پر کیونکر عذاب نازل ہوتا۔ کَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی حِکَایَتًا عَنْهُمْ اَللّٰهُمَّ اِنْ کَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ۔ وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (انفال:۳۳'۳۴)۔ پس ان دونوں آیتوں میں توفیق کیا ہو گی؟

الجواب:۔ آیات مباہلہ اور ان آیات مندرجہ میں کچھ بھی منافات نہیں ہے کیونکہ ان آیات میں ایک خاص عذاب کے نزول کے لئے دعا کی گئی تھی یعنی آسمان سے مثل بارش کے پتھروں کا برسنا جس سے عام ہلاکت بلکہ استیصال عام متصور ہے۔ دوسرا عذاب اس عذاب سے بھی زیادہ تر مولم مانگا تھا۔ سو قدیم سے اللہ تعالیٰ کی یہ سنت نہیں ہے کہ قبل قیامت ایسے عذاب دنیا میں فوری نازل فرمادیوے کیونکہ ایسے عذابوں کے انزال میں خواہ کفار کی درخواست سے ہوویں یا کسی فرضاً مامور من اللہ کی دعا سے ہوویں ایمان بالغیب کی حکمت باقی نہیں رہ سکتی اور مع ہذا ایسے عذاب کے انزال سے اجبار اور اکراہ اور الجا لازم آتا ہے جو دین اسلام میں ہرگز موجود نہیں ہے لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ (البقرة:۲۵۷)۔ ہاں کسی کاذب پر لعنت کا پڑنا جس سے ذلت یا رسوائی ہو اور ایمان بالغیب کی حکمت تلف نہ ہووے اور اکراہ والجا بھی لازم نہ آوے' ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ مخالفین انبیاء پر ایسے عذاب ذلت واقع ہوتے رہے ہیں اور ہوویں گے۔ حتیٰ کہ کاذب کی موت بھی مباہلہ میں شرط نہیں ہے کیونکہ منشا اہل مباہلہ کا صرف کاذب پر وقوع لعنت کا ہے خواہ کسی طرح سے ہو۔ یہ اس علیم و خبیر کے اختیار میں ہے کہ بقدر تکذیب و تشدد مخالفین کے وہ لعنت کسی عذاب مہلک سے ہی واقع ہو۔ موت ہو یا قتل وغیرہ۔ پس ایک خاص عذاب کذائی کی نفی اور لعنت الٰہی کے ثبوت میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ ایمان بالغیب کی حکمت کے مانع نہیں اور اجبار بھی اس میں نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ سرداران مکہ میں سے ایک شخص مسمی نضر بن حارث تھا اور نیز ابو جہل جس نے یہ دعا کی تھی کہ اَللّٰهُمَّ اِنْ کَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقُّ (انفال:۳۳)۔ تو دیکھو جنگ بدر میں ابو جہل تو عذاب قتل میں مبتلا ہوا بسبب اپنے تشدد کے اور نضر بن حارث باوجودیکہ قیدیوں میں قید ہو کر آیا تھا۔ دوسرے قیدی تو فدیہ لے کر چھوڑ دیئے گئے تھے مگر نضر بن حارث بایں وجہ قتل کیا گیا کہ قرآن مجید کی شان میں بڑی بڑی گستاخیاں کیا کرتا تھا اور سخت معاند تھا۔ تو یہ دونوں منجملہ ستر مقتولوں کے عذاب قتل میں اس لئے مبتلا ہوئے کہ یہ بھی اہل اسلام کے قتل کے درپے تھے ورنہ مباہلہ

میں کاذب کا قتل ہو جانا' مر جانا شرط نہیں۔ صرف وقوع لعنت الٰہی کا ہی ہو خواہ کسی طرح ہو۔ اور عذاب قتل جو بموجب پیشین گوئی ملہم ربانی کے واقع ہو جس میں دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا قتل کرنا بطور ذب کے چاہتا ہے ایسا عذاب نہیں ہے جس میں ایمان بالغیب کی حکمت باقی نہ رہتی ہو یا اجبار لازم آوے۔ الحاصل' مباہلہ میں کاذب پر لعنت کا وقوع ضروری ہے خواہ کسی رنگ میں ہو۔ مباہلہ میں ایسا عذاب جس میں مثل بارش کے آسمان سے پتھر برسنے لگیں یا اس سے بھی زیادہ مولم ہو جس میں کوئی متنفس نہ بچ سکے نازل نہیں ہوتا کہ سنت اللہ کے خلاف ہے۔ اسی لئے ان دونوں آیتوں کے آگے ہی دوسرے عذابوں کے ثبوت کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (انفال:۳۵) یعنی اور کیا ہے واسطے ان کے کہ نہ عذاب کرے گا ان کو اللہ اور وہ روکتے ہیں مسجد حرام سے۔ اور پھر اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے جو یہ قید لگائی کہ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وہ بھی ایسے ہی عذاب کذائی کے عدم نزول کی طرف اشارہ کر رہی ہے یعنی جبکہ ایسا عذاب نازل ہووے گا تو پھر اس کا اثر تم کو بھی پہنچے گا۔ لہٰذا ایسے عذاب کا نازل کرنا ہماری سنت قدیمہ کے خلاف ہے۔

اس آیت مباہلہ کی مناسبت ساتھ زمانہ مسیح موعود کے عجیب و غریب اسلوب سے واقع ہوئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی یہ مباہلہ حضرت عیسیٰ ہی کے بارہ میں واقع ہوا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بعد اتمام حجت اور اتمام مناظرات کے یہ مباہلہ واقع ہوا تھا۔ یہاں پر بھی بعد مناظرات اور تمام حجت کے واقع ہوا۔ نصاریٰ نجران کے خوف زدہ ہو کر مباہلہ پر آمادہ نہ ہوئے' یہاں پر بھی اوائل میں شیخ الکل معہ اپنی جماعت کے مباہلہ نہ کر سکے بلکہ مولوی محمد حسین صاحب بھی مباہلہ پر مستعد نہ ہو سکے۔ اور اگرچہ آیت ہذا مباہلہ کی نصرانیان نجران کے حق میں وارد ہوئی تھی مگر دیگر اقوام قریش مثل ابوجہل وغیرہ سے بھی آپ کا مباہلہ واقع ہوا۔ دیکھو کتب سیر کو۔ اسی طرح پر مسیح موعود کا مباہلہ بھی علاوہ طرفداران عیسیٰؑ کے دیگر اقوام سے بھی حسب درخواست مخالفین کے واقع ہوا ہے جیسا کہ لیکھرام وغیرہ۔ اور جنہوں نے خود درخواست کر کر مباہلہ کیا وہ بقدر اپنے اپنے تشدد اور سختی کے لعنت الٰہی میں مبتلا ہوئے' خواہ ذلت و رسوائی ہو یا ہلاکت ہو۔

جس طرح پر مفسرین نے اس مباہلہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اثبات کیا ہے اسی طرح پر ان مباہلوں سے مسیح موعود کے دعاوی کا اثبات ہوا کیونکہ نتیجہ ان مباہلوں کا حسب دعاوی مسیح موعود کے واقع ہوا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ اور اگر کوئی مخالف ان مباہلوں کو بعد وقوع نتائج کے بھی نہ مانے تو وہ بتاوے کہ پھر صادق اور کاذب میں کیا مابہ الامتیاز رہے گا اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

ثبوتوں میں سے ایک بڑا ثبوت‘ جس کو قرآن مجید میں بڑی عظمت شان سے بیان فرمایا گیا ہے‘ ضائع ہو جاوے گا بلکہ چند آیات کریمہ قرآن مجید کی متعلق مباہلہ کے ‘نعوذ باللہ‘ لغو ہو جاویں گی وَ تَعَالٰی شَانُ کَلَامِہٖ تَعَالٰی عَنْ ذٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا۔ اور ناظرین کو خوب معلوم رہے کہ ان مباہلوں کا نتیجہ یا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں واقع ہوا تھا یا بعثت مسیح موعود کے زمانہ میں ہوا ہے۔ اس تیرہ سو برس میں کسی مجدد کے وقت میں ایسے مباہلات واقع نہیں ہوئے اور نہ اس کے نتائج۔ پس ان آیات کا نشانات واسطے نبوت خاتم النبیین کے ہونا بھی ثابت ہوا ثُمَّ الْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

اب فرمایا جاتا ہے کہ جو دلائل اور مضامین اوپر مذکور ہوئے‘ وہی اخبار اور قصص حقہ ہیں جو پے در پے بیان کئے گئے ہیں۔ اور سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں ہے اور بے شک اللہ ہی البتہ زبردست اور حکمت والا ہے۔ حال میں چراغ دین جموں پر بموجب پیشین گوئی مندرجہ "دافع البلا" کے اس ابنا اور نسا یعنی دختر اور خود اس کے نفس پر پورا اثر واقع ہوا اور کوئی کلمہ آیت مباہلہ کا خالی نہ گیا۔ فائدہ ذکر کرنے صفت عزیز و حکیم کا یہ ہے کہ جو روایات اسرائیلی یا اکاذیب مخالف علم الٰہی ہیں‘ وہ محض غلط ہیں اور عیسیٰؑ میں کوئی صفت یا صفات مختصہ الٰہیہ میں سے موجود نہیں تھے کیونکہ پھر تو اللہ تعالیٰ کی عزت اور عزیز ہونے میں فرق آجاوے گا اور شان عیسوی‘ حضرت ابوالبشر اور خاتم النبیین سے بھی بڑھ جاوے گی جو خلاف مقتضائے حکمت اس حکیم برحق کے ہے۔ اب باوجود اس قدر اتمام حجت کے جس کی نوبت مباہلہ تک پہنچ گئی ہے اگر اب بھی اس حق کے قبول کرنے سے وہ لوگ اعراض کریں تو سمجھ لو کہ ان کی نیتوں میں فساد ہے۔ دوسروں کے عقائد حقہ کو بھی فاسد کرنا چاہتے ہیں۔ اندریں صورت اللہ سے بھاگ کر کہاں جا سکتے ہیں کیونکہ مفسدوں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے یعنی ان کے فسادوں کی ضرور سزا دیوے گا۔ چنانچہ وہ سزا مفسدین کے لئے دنیا میں بھی واقع ہوئی جو نشان نبوت صادقہ کا ہے۔ اب چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ایمان لانے پر کمال درجہ کے حریص تھے باوجودیکہ تمام مدارج تبلیغ اور مناظرات کے مباہلہ تک ختم فرما چکے تھے تو بھی ان کی تبلیغ یا فہمایش وہدایت نہ کرنا آپ کا قلب مبارک گوارا نہ کر سکتا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ حسب خواہش آپ کے جو علیم بسرائر الضمائر ہے‘ ایک دوسرا طریق تبلیغ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتا ہے کہ اگر تم مباہلہ پر بھی آمادہ نہیں ہوتے تو اے اہل کتاب! آؤ ایسی بات کی طرف رجوع کرو جو ہمارے تمہارے درمیان میں برابر مسلم ہے۔ ایک تو یہ کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ دوسرے یہ کہ کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراویں۔ تیسرے یہ کہ خدا کے سوا بعض ہمارا بعض کو رب نہ قرار دیوے۔ پس اگر ایسی سیدھی سچی بات فریقین

کی متفق علیہ سے بھی روگردانی کرو تو اے مسلمانو! تم کہہ دو کہ تم تو بالضرور دین اسلام سے جو دین اللہ ہے خارج ہو گئے۔ گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان فرمانبردار ہیں تاکہ یہ گواہی تمہاری باعث ہماری نجات کا اور موجب تمہاری ہلاکت کا ہو جاوے۔ چنانچہ مسلمون بالآخر کامیاب ہو گئے اور یہ آیت بھی ایک نشان کامل نبوت کا ہو گئی۔

ان آیات میں بتدریج تمام عجیب طرح سے ارشاد و ہدایت میں مبالغہ فرمایا گیا ہے۔ اولاً حضرت عیسیٰؑ کے حالات اور جو ان پر واردات واقع ہوئی تھی ان کو بیان فرمایا کیونکہ وہ تمام حالات منافی الوہیت کے ہیں۔ اور پھر توحید اسلامی پر دلائل قاطعہ بیان فرمائے گئے۔ لیکن طرف مخالف سے بجز عناد کے تسلیم و انقیاد کا کہیں نشان نہ پایا گیا۔ تب مباہلہ کی نوبت پہنچی لیکن انہوں نے مباہلہ سے بھی عاجز ہو کر جزیہ دینا قبول کیا۔ پھر بالآخر ایسے تین امور کی طرف دعوت کی گئی ہے کہ وہ تینوں امر متفق علیہ فریقین کے ہیں۔ تاہم ایسے مفید ہیں کہ اگر وہ تینوں امر قبول کر لئے جاویں تو تمام نزاعات رفع ہو سکتے ہیں۔ امر اول یہ ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی غیر اللہ کی عبادت نہ کی جاوے جس کی طرف تورات و اناجیل اور قرآن مجید بالاتفاق ہدایت فرما رہے ہیں۔ یہ ایک ایسا امر ہے کہ اگر اس کو بصدق دل قبول کر لیا جاوے تو تمام اختلافات بیرونی و اندرونی کا اس سے فیصلہ ہو جاتا ہے۔

دوسرا امر یہ ہے کہ اللہ کی ذات' صفات اور افعال میں غیر اللہ کو شریک نہ کیا جاوے۔ یہ امر دوم بھی ایسا ایک کلیہ ہے کہ تمام جھگڑوں کا فیصلہ کرتا ہے اور چونکہ یہ تمام شرکیہ عقائد یا اعمال و اقوال بدعیہ جو دنیا میں جاری ہیں' ان کا بڑا سبب یہ ہے کہ اقوال علماء کے جو بدعیہ ہیں اور افعال احبار کے جو شرکیہ ہیں' ان کے ساتھ تمسک کیا جاتا ہے' جس سے ایک خلقت گمراہ ہو گئی ہے لہٰذا تیسرا امر فیصلہ کن یہ ہے کہ علماء اور احبار کو اپنا رب نہ قرار دیا جاوے۔ اس طرح پر کہ ان کے اقوال اور اعمال اور روایات کاذبہ کے تقلید واجب سمجھی جاوے۔ کیونکہ علماء اور احبار کے اقوال یا اعمال کی تقلید واجب سمجھنا بموجب حدیث ذیل عدی بن حاتم کے ان کو اپنا رب قرار دینا ہے۔ تفسیر ابو السعود وغیرہ تفاسیر اور کتب احادیث میں یہ حدیث لکھی ہوئی ہے کہ لَمَّا نَزَلَتِ اتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ عَدِیُّ بْنُ حَاتَمٍ مَا كُنَّا نَعْبُدُهُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلَيْسَ كَانُوْا يُحِلُّوْنَ لَكُمْ وَ يُحَرِّمُوْنَ فَتَاخُذُوْنَ بِقَوْلِهِمْ قَالَ نَعَمْ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ هُوَ ذَاكَ سُبْحَانَ اللّٰهِ۔ یہ تینوں کلمے جو ان آیات میں مذکور ہوئے ہیں' اگر کوئی انسان ان تینوں کو اپنا متمسک گردان کر دستور العمل اپنا قرار دے لیوے تو تمام بدعات اور عقائد باطلہ شرکیہ اور اعمال بدعیہ سے نجات پا کر صراط مستقیم پر

لگ جاوے۔ اس مسیح موعود کے جو مخالفین ہیں' انہوں نے بھی ان کلیات سہ گانہ پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اس لئے فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ (الشعراء:۲۲۶) کے مصداق ہو رہے ہیں اور لطف یہ ہے کہ مسیح موعود کی دعوت اور تبلیغ بھی اسی ترتیب سے واقع ہوئی ہے جو سورۃ آل عمران میں واقع ہوئی ہے اور یہ بھی ایک ثبوت ہے اس کے مریم اور عیسیٰ موعود ہونے کا کیونکہ مریم اور عیسیٰ آل عمران سے تھے' ان کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء:۹۲)۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ پیشین گوئی مندرجہ آیت کی کہ تمام عوالم کے لئے ان دونوں کا وجود ایک نشان ہو جاوے گا' پہلے زمانہ میں تو واقع نہیں ہوئی۔ اول تو ان دونوں کو یہود نے تہمت ناجائز کے ساتھ متہم کیا اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کو تین روز تک ملعون قرار دیا۔ پھر تمام عالم میں ان کے بارہ میں شرک شائع ہو گیا حتیٰ کہ وہی شرک اہل اسلام میں بھی سرایت کر گیا۔ پھر وہ دونوں تمام عالموں کے لئے نشان الٰہی کیونکر ہو گئے۔ مگر علم الٰہی میں ضروری تھا کہ تمام عالموں کے لئے یہ ایک نشان ہو جاویں گے لہٰذا حسب وعدہ الٰہی ان کے نام کے ساتھ نامزد ہو کر امت محمدیہ میں سے ایک ایسا مجدد عظیم الشان آیات و نشانات کے ساتھ مبعوث فرمایا گیا کہ ان کے نام کو تمام دنیا میں اور ان کی عظمت اور کرامت کو مع توحید الٰہی اور تکریم حضرت رسالت پناہی کے روشن کر رہا ہے۔ صَدَقَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَ جَعَلْنٰهَا وَ ابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ اور یہی سر ہے اس آخر زمانہ پرفتن میں ایک مجدد کے مبعوث ہونے کا بنام عیسیٰؑ بن مریم۔ ورنہ مخالفین ہم کو اس آیت کے معنی بتاویں کہ حضرت مریم اور عیسیٰؑ تمام عالموں کے لئے کیونکر آیت اللہ ہو سکتے ہیں۔ مگر ان کی قطعیت وفات ملحوظ رہے۔

(الحکم جلد ۱۰ نمبر ۱۶---۱۰/ مئی ۱۹۰۶ء صفحہ ۹ تا ۱۱)

☆-☆-☆-☆